محفلِ میلاد کی واقعاتی اور شرعی حیثیت!

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱:- ہمارے اکابرین کے نزدیک ۱۲؍ربیع الاول کو یا سال بھر کسی بھی دن کو محفلِ میلاد منانا کیسا ہے؟ نیز اگر زید، عمرو، بکر وغیرہ یہ کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ ولادت شریف کفار کے مشابہ ہے، ایسا کہنے والا کیسا ہے؟ مسلمان یا خارجی؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۲:- مُردوں کو جو فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بخشی جاتی ہے، اس میں چھوٹے بڑے سب کو ایک جیسا بشر سمجھ کر (مرتبہ کے لحاظ سے) ایک ساتھ ثواب بھیج سکتے ہیں کہ نہیں؟

۳:- اور تعزیت وعرس کے لیے محفل وغیرہ کرانا کیسا ہے؟

تفصیلاً جواب دے کر مشکور وممنون فرمائیں۔ المستفتی: حافظ عامر شہزاد زبیدی

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک خواہ ذکرِ ولادت ہو یا عبادات ومعاملات، شب وروز کے نشست وبرخاست کا ذکر' بلاشبہ باعثِ اجر وثواب اور موجبِ خیر وبرکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بطور احسان کے ذکر فرمایا ہے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ.'' (آل عمران:۱۶۴)

مروجہ طریقہ پر مجلسِ میلاد (محفلِ میلاد) منعقد کی جاتی ہے، اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ہے، نہ خود بنفسِ نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کی تیئیس سالہ زندگی میں یہ مجلس منعقد کی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ۱۱۰ ہجری تک اس دنیا میں موجود رہے اور ان حضرات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یقیناً ہم سے ہزاروں گنا زیادہ تھی، اور اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ

اُمور جو سننِ عادیہ کہلاتے ہیں، ان میں بھی یہ حضرات اتباع کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔ چند احادیث بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بال سامنے کی طرف سے کچھ بڑے تھے، ان کی والدہ نے ان کے کٹانے سے منع کیا، کیونکہ حضور ﷺ ان بالوں کو پکڑا کرتے تھے اور ان پر ہاتھ پھیرتے تھے:

''عن أنسؓ بن مالک قال: کانت لی ذوائبة، فقالت لي أمي: لا أجزها ، کان رسول اللّٰہ ﷺ یمدها ویأخذها .'' (سنن ابی داؤد، ج:۲،ص:۲۲۵،ط:حقانیہ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ڈاڑھی کو زرد خضاب لگایا کرتے تھے، کیونکہ حضور ﷺ نے کبھی اس طرح کیا تھا۔ حدیث شریف میں ہے:

''عن ابن عمرؓ کان یلبس النعال السبتیة ویصفر لحیتهٗ بالورس والزعفران وکان ابن عمرؓ یفعل ذٰلک.'' (سنن ابی داؤد ج:۲،ص:۲۲۶،ط:حقانیہ)

ان احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگی محبت کی عملی تصویر تھی، لیکن اس کے باوجود ان کی پوری زندگی میں مروجہ طریقہ پر محفلِ میلاد منانے کا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ دور کے بعد بھی چھ سو سال تک کسی نے میلاد کے نام پر محافل سجانے کا اہتمام کبھی نہیں کیا، بلکہ وہ تو اس کے بجائے خود کو اتباعِ نبوی میں ڈھالنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

اس بدعت کی ابتداء ۶۰۴ھ میں ایک بے دین بادشاہ مظفر الدین کوکری نے اپنی حکومت کو طول دینے، رعایا کو اپنی طرف مائل کرنے، اپنی عظمت ان کے دلوں میں بٹھانے، اور دین سے لگاؤ کا تأثر دینے کے لیے کوئی دینی ڈھونگ رچانے کو بہترین حربہ خیال کیا، چنانچہ اس نے ربیع الاول میں جشنِ میلاد کی بدعت ایجاد کرنے کا منصوبہ بنایا اور اسی مقصد میں پوری طرح کامیابی کے لیے اس نے زبردست تدبیر یہ اختیار کی کہ عمر بن دمیہ ابوالخطاب نامی ایک شخص -جو خود کو عالم کہلواتا تھا- کے ذریعہ اس بدعت کو سندِ جواز فراہم کرنے کے لیے مواد اکٹھا کرنے کا کارنامہ سرانجام دلوایا اور اس کو ایک ہزار دینار کا صلہ دیا، جیسا کہ مشہور و معروف مؤرخ ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وفیات الأعیان وأبناء أبناء الزمان'' میں لکھا ہے:

''وأما احتفالهٗ بمولد النبي ﷺ فإن الوصف یقصر عن الإحاطة به، لکن نذکر طرفا منه وهو أن أهل البلاد کانوا قد سمعوا بحسن اعتقادہٖ فیه ، فکان في کل سنة یصل إلیه من البلاد القریبة خلق کثیر من الفقهاء والصوفیة والوعاظ والشعراء ، ولایزالون یتواصلون من المحرم إلٰی أوائل شهر ربیع الأول ، فکان مظفر الدین (ملک أربل) ینزل کل یوم بعد صلاة العصر ویقف علی قبة إلٰی أٰخرها ویسمع غناء هم ویتفرج علٰی خیالاتهم وما یفعلونهٗ في القبات... هٰکذا یعمل کل یوم إلٰی لیلة المولد ، فإذا کان صبیحة یوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلٰی الخانقاہ علی أیدی الصوفیة ... فإذا فرغوا من هٰذا الموسم

تجهز كل إنسان للعود إلى بلده ، فيدفع لكل شخص شيئًا من النفقة ، وقد ذكرت في ترجمة الحافظ أبي الخطاب ابن دحية في حرف العين وصولهٔ إلى أربل وعمله لكتاب ”التنوير في مولد سراج المنير“ لما رأى من اهتمام مظفر الدين به.“

(وفیات الاعیان لابن خلکان: ترجمہ مظفر الدین صاحب اربل، رقم الترجمۃ: ۵۴۷، ج:۴، ص:۱۱۷، ط: دار صادر، بیروت)

۲:-”حسن المقصد في عمل المولد“ میں ہے:

”وقال ابن الجوزي في ”مرآة الزمان“: حكي أن بعض من حضر سماط المظفر في بعض الموالد ويعمل للصوفية سماعاً من الظهر إلى الفجر ويرقص بنفسه معهم الخ.“ (حسن المقصد فی عمل المولد، ص:۴۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

۳……علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”حسن المقصد“ میں اس نوایجاد کردہ میلاد کو بادشاہ مظفر الدین کے دور کے عالم شیخ ابن دحیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وقد صنف الشيخ أبو الخطاب ابن دحية مجلدا في مولد رسول الله ﷺ سماه ”التنوير في مولد البشير والنذير“، فجازاه على ذٰلک بألف دينار“ (ص:۴۲-۴۳، ط: دار الکتب العلمیۃ)

اگر حقیقتِ حال پر نظر کی جائے کہ وہ تاریخ کونسی تھی جس دن حضور ﷺ کا وجودِ مبارک اس عالم میں طلوع ہوا تو اس سلسلے میں علماء سیر کا اس پر تو اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش بابرکت ماہ ربیع الاول، پیر کے دن ہوئی، لیکن ربیع الاول کی کس تاریخ کو ہوئی؟! اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں: ۲، ۸، ۹، ۱۲۔ سیرۃ ابن ہشام میں ہے:

”قال ابن إسحاق: ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين واثني عشر ليلة خلت من شهر ربيع الأول عام الفيل.“ (سیرۃ ابن ہشام، ج:۱، ص:۱۶۷، ط: دار العباس)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ”المواهب اللدنية“ میں لکھتے ہیں:

”واختلف أيضا في الشهر الذي ولد فيه والمشهور أنه ولد في شهر ربيع الأول وهو قول جمهور العلماء ونقل ابن حجرؒ الاتفاق عليه ، وكذا اختلف أيضا في أي يوم من الشهر ، فقيل: إنه غير معين ، إنما ولد يوم الاثنين من ربيع الأول من غير تعيين ، والجمهور على أنه يوم معين منه ، وقيل: لليلتين خلت منه. قال الشيخ قطب الدين القسطلاني: وهو اختيار أكثر أهل الحديث، ونقل عن عباس وجبير بن مطعمؓ وهو اختيار أكثر من له معرفة بهٰذا الشأن ، واختاره الحميدي وشيخه ابن حزم، وحكى القضاعي في ”عيون المعارف“ إجماع أهل التاريخ عليه ، ورواه الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم وكان عارفا بالنسب وأيام العرب، أخذ ذٰلک عن أبيه، وقيل: لعشرة وقيل: لاثني عشر وعليه عمل أهل مكة في زيارتهم موضع مولده في هٰذا الوقت، وقيل: سبع عشر وقيل: لثمان عشر وقيل: لثمان باليقين منه، وقيل: إن هٰذين القولين غير صحيحين عمن حكيا عنه بالكلية، والمشهور أنه ولد يوم الاثنين ثاني عشر شهر ربيع الأول وهو قول ابن إسحاق وغيره.“

(المواهب اللدنیۃ، للشیخ احمد بن محمد القسطلانی، ج:۱، ص:۷۴، ط: بیروت)

’’البدایة والنهایة‘‘ میں ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

’’ثم الجمهور على أن ذلك في شهر ربيع الأول، فقيل: لليلتين خلتا منه، وقيل: لثمان خلون منه ورواه ابن أبي شيبة في مصنفه عن عفان عن سعيد بن مينا عن جابرؓ وابن عباسؓ أنهما قالا: ولد رسول الله ﷺ عام الفيل يوم الاثنين الثامن عشر من شهر ربيع الأول وهنا هو المشهور عند الجمهور.‘‘ (البدایۃ والنہایہ، ج:۱- جزء:۲،ص:۲۴۲،ط:بیروت)

اسی طرح رحمۃ للعالمین ﷺ (ج:۱،ص:۳۸) میں اور تاریخ حضری (ج:۱،ص:۶۲) میں بھی تاریخِ ولادت ۹/ ربیع الاول مطابق ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مذکور ہے اور اس ترقی یافتہ دور میں جب علم فلکیات اپنے عروج پر ہے کہ حساب سے بھی دیکھا جائے تو ۱۲/ ربیع الاول کا قول کسی طرح درست ثابت نہیں ہوتا، بلکہ علماء ہیئت نے بھی ۹/ ربیع الاول والے قول کو ترجیح دی ہے۔

اس تمام تر تفصیل اور ذکر کردہ عبارات سے واضح ہوا کہ تاریخِ ولادت کے مختلف اقوال ہیں: ۹/ تاریخ راجح قول ہے، ۱۲/ کو ترجیح کسی طرح حاصل نہیں ہے، کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا، لیکن دلائل کی رو سے ۱۲ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن جمع نہیں ہو سکتے، بلکہ علم فلکیات کے اعتبار سے مؤرخین کا بارہ ربیع الاول آپ ﷺ کے یومِ وفات ہونے پر اتفاق ہے، لہٰذا ترجیح کسی بھی تاریخ کو ہو، لیکن مروجہ میلاد کی کوئی اصل نہیں، بلکہ صریح بدعات کا مرکب ہے۔ خواہ محفلِ میلاد منانا ربیع الاول کے مہینہ میں ہو یا سال کے دیگر مہینہ میں ہو، ہاں! البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں جگ مطلقاً آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر کرنا اور ولادت باسعادت کے وقت جو اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے ان کا ذکر کرنا یقیناً محبتِ رسول کی دلیل ہے، لیکن اس کے لیے کوئی دن خاص کرنا اور اس میں بدعات کا ارتکاب کرنا بے اصل اور بے دلیل ہے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’وأما غير العالم وهو الواضع لها يعنى البدعة، فإنهٗ لايمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عندهٗ مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الاثنين يصام لأنهٗ يوم ولد النبي ﷺ وجعل الثاني عشر من ربيع الأول ملحقا بأيام الأعياد لأنهٗ عليه السلام ولد فيه.‘‘ (الاعتصام، ج:۲،ص:۲۱۴،ط:بیروت، بحوالہ جواہر الفقہ)

’’حسن المقصد فی عمل المولد‘‘ میں ہے:

’’لا أعلم لهٰذا المولد أصلا في كتاب الله تعالىٰ ولاسنة رسول الله ﷺ ولاينقل عملهٗ عن أحد من علماء الأمة الذين هم قدوة في الدين المتمسكون بآثار المتقدمين، بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الأكالون الخ.‘‘ (ص:۴۹-۴۶،ط:دار الکتب العلمیۃ)

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’’المدخل‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونهٗ في شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوىٰ ذلك

علی بدع ومحرمات جملة ، فمن ذٰلک استعمالهم المغاني .‘‘ (المدخل، ج:۲،ص:۳)

باقی رہا سوال ’’مشابہت‘‘ کا تو استفتاء میں یہ وضاحت نہیں کہ مذکورہ قائل نے میلا دمنانے والوں کو کن کفار کے ساتھ مشابہت دی ہے اور اس کے لیے وجہ تشبیہ کونسی بیان کی ہے، لہٰذا وضاحت کے بغیر اس کا جواب دینا ممکن نہیں۔ تاریخ ولادت کوئی بھی ہو یہ مقصود نہیں اور نہ ہی دین کا کوئی حکم اس پر موقوف ہے۔ اصل اتباع یہ ہے کہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اتباع سنت نبوی کا دامن نہ چھوڑے۔

۲:- مردوں کو ہر نیک عمل کا ثواب بخشا جا سکتا ہے کہ اپنے طور پر صدقات نافلہ یا تلاوت قرآت کریم یا تسبیح وتہلیل وغیرہ وغیرہ پڑھ کر زبان سے کہہ دے کہ یا اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے تو حدیث شریف میں ثواب کا پہنچنا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس قدر چاہے پہنچائے:

’’عن سعد بن عبادة قال: یا رسول اللّٰه ! إن أم سعدؓ ماتت فأي الصدقة أفضل؟ قال: الماء ، فحفر بئرا ، وقال: ھٰذا لأم سعد.‘‘ (مشکوۃ،ص:۱۶۹،ط:قدیمی)

۳:- البتہ ایصالِ ثواب کے لیے محفل کرانا اور اس میں مروجہ طور پر فاتحہ کا اہتمام اور اس میں قیو د ورسوم وغیرہ شرعاً بے اصل اور بدعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسان علم وفضل، تقویٰ و پرہیزگاری، اسی طرح دیگر خصوصیات کے اعتبار سے برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ معاملہ یکساں نہیں ہوتا، بلکہ علیحدہ ہوتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے۔ ایصالِ ثواب کی ترغیب وفضیلت قرآن کریم واحادیث مبارکہ میں آئی ہے، اگر کوئی ایصالِ ثواب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کا ثواب اپنی صوابدید پر مسلمان مرحومین کو عطا فرما دیتے ہیں۔

باقی انسانوں میں چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام تمام کے تمام بشر ہی ہیں اور بشر یعنی انسانوں میں سے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو پیدا فرمایا، لیکن نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو گناہ سے معصوم اور محفوظ بنایا، صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ رکھا، لہٰذا ایصالِ ثواب کے وقت نبی کے بارے میں بشر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے معصوم اور محفوظ ہونے کا بھی عقیدہ ہو، اس عقیدے کے تحت سب کو ایک ساتھ ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبدالمجید دین پوری	محمد انعام الحق	محمد ذاکر
الجواب صحیح	الجواب صحیح	متخصصِ فقہِ اسلامی
محمد داؤد	محمد شفیق عارف	جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

.... ❁ .... ❁ .... ❁ ....